میں اس کی گزرتی، تنگ آکر گھر بار چھوڑ کر نکل گیا، بعد میں بیوی ایک وزیر کے گھر میں خادمہ بن کر پیٹ پالنے لگی، ایک دن وہ ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی کہ حضرت امام جعفر صادق آکر رک گئے اور عقیدت مندوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ماہ رجب کی کیا شان ہے؟ پھر خود ہی بتایا کہ "جو قسمت کا مارا جو کا نتگا اس کی ۲۲ تاریخ کو کونڈے بھرے گا اس کی وہ مشکل دور ہو جائے گی۔ اگر نہ ہو تو قیامت میں آکر میرا گریبان پکڑ لینا۔ لکڑہارے کی بیوی نے سن کر ایسا کیا تو چند دنوں کے بعد اس کا خاوند سونا چاندی اور جواہرات کا انبار لے کر گھر آیا۔ اور نہایت ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گذارنے لگا۔ یہ وہ جھوٹی کہانی ہے جو شکم پرستوں نے گھڑ کر عوام سے حلوے مانڈے کھائے اور ان کا استحصال کیا۔ اس رسالے کے آخر میں پاک و ہند کے متعدد علماء کے دستخط ہیں جس میں انہوں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ رجب کے کونڈوں کی کہانی محض بے اصل اور رسم خلافِ شرع اور بدعتِ محدثہ ہے"

روایات میں آیا ہے کہ جو قوم جتنی بدعات ایجاد کرے گی اس سے اتنی سنت کی سعادت چھن جائے گی یہی وجہ ہے کہ بدعتی لوگوں کی جھولی سنت کے گلدستہ سے عموماً خالی ہوتی ہے۔ یہ رسالہ قابل مطالعہ ہے بلکہ اس کو عام کیا جائے۔ (عزیز زبیدی)

(۴)

نام کتاب :	دار الاسلام اور مودودی
تالیف :	سید اسعد گیلانی
ناشر :	اسلامی اکادمی۔ اُردو بازار۔ لاہور
صفحات :	۳۰۸
جلد :	ریگزین، خوبصورت
قیمت :	۲۷/- روپے

"صوفیائے اسلام نے قدیم زمانے میں ایک خاص قسم کا ادارہ قائم کیا تھا جو اصحاب الصفہ کے نمونہ پر تھا۔ اس کا اصطلاحی نام خانقاہ مشہور ہے۔ آج یہ چیز بعض لوگوں کی بے اعتدالیوں کی بدولت بگڑ کر اتنی بدنما ہو گئی ہے کہ خانقاہ کا نام سنتے ہی طبیعت اس سے منحرف ہونے لگتی ہے مگر حقیقت میں یہ ایک بہترین انسٹی ٹیوشن تھا۔ جس سے اسلام میں بڑے بڑے آدمی پیدا ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے اس قدیم انسٹی ٹیوشن میں وقت اور زمانہ کے لحاظ سے ترمیم کر کے از سر نو جان ڈالی جائے اور ہندوستان میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی خانقاہیں ایسی قائم کی جائیں جن میں فارغ التحصیل

لوگوں کو کچھ عرصہ تک رکھ کر اسلام کے متعلق نہایت صالح لٹریچر کا مطالعہ کرایا جائے اور اس کے ساتھ وہاں ایسا ماحول ہو جس میں زندگی بسر کرنے سے ان کی سیرت خالص اسلامی رنگ میں رنگ جائے۔ اس انسٹی ٹیوشن میں کلب، لائبریری، اکیڈیمی اور آشرم کی تمام خصوصیات جمع ہونی چاہئیں اور اس کا صدر ایسا شخص ہونا چاہیے جو نہ صرف ایک وسیع النظر اور روشن خیال عالم ہو بلکہ اس کے ساتھ ہی ایک سچا اور مکمل عملی مسلمان بھی ہو تاکہ اس کی صحبت سے خانقاہ کے ارکان کی زندگیاں اسلامی سانچے میں ڈھل جائیں۔"

مندرجہ بالا اقتباس سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ایک مکتوب سے لیا گیا ہے جو انہوں نے ام جمادی الاولیٰ ۵۴ ۱۳ھ کو چوہدری نیاز علی خاں مرحوم کے نام لکھا تھا۔ اس اقتباس میں جس "جدید خانقاہ" کا تصور پیش کیا گیا ہے وہ عملی صورت میں "دارالاسلام" (پٹھان کوٹ) کی صورت میں سامنے آئی۔ چوہدری نیاز علی مرحوم نے "دارالاسلام" کی داغ بیل مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ کے مشورے کے مطابق رکھی اور ان ہی کے ایما پر سید ابوالاعلیٰ مودودی کو "دارالاسلام" میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ سید صاحب مارچ ۱۹۳۸ء میں یہاں آئے اور قیام پاکستان تک اپنے رفقاء کے ساتھ اس مثالی خانقاہ میں علمی، تعلیمی اور اصلاحی خدمات انجام دیں۔

"دارالاسلام" کی سکیم موجودہ غور و فکر کی متقاضی ہے۔

اولاً یہ سکیم علامہ اقبال کی فکر کا عملی اظہار تھی۔ جس میں سید مودودی کے ذہن نے رنگ بھرا ثانیاً اس اسکیم کے لیے جن "اہل فکر" نے اپنی صلاحیتیں صرف کیں ان میں سید مودودی کے ساتھ علامہ محمد اسد محمد صدیق مستری اور مولانا امین احسن اصلاحی جیسی شخصیات شامل ہیں۔ ثالثاً اس مثالی ادارے کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ کیا دارالاسلام اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا؟ اس سے ہماری ملی زندگی میں کیا تبدیلی پیدا ہوئی؟ وغیرہ۔

یہ امر خوش آئند ہے کہ گذشتہ سال، اقبال کے حوالے سے سید مودودی اور ادارہ "دارالاسلام" زیر بحث آئے ہیں۔ صابر کلوروی نے اقبال کی سوانح حیات "یاد اقبال" میں اس طرف توجہ دی ہے۔ مکتبہ تعمیر انسانیت۔ لاہور نے ایک کتابچہ "اقبال اور مودودی" شائع کیا جس کے مرتب نے ان دو حق آگاہ شخصیات کے روابط کا تذکرہ کرتے ہوئے "دارالاسلام" پر گفتگو کی۔ اب سید اسعد گیلانی صاحب کے قلم سے زیر نظر کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے۔

گیلانی صاحب جماعت اسلامی پاکستان کے معروف راہنما اور دانش ور ہیں۔ وہ سید مودودی کے احوال و افکار پر ایک مستقل کتاب لکھ چکے ہیں۔ تحریکِ پاکستان کے حوالے سے انہوں نے "قائد اعظم، اقبال، مودودی اور تشکیلِ پاکستان" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ ان کی زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی معلوم ہوتی ہے۔

کتاب دس ابواب اور چار ضمیموں پر مشتمل ہے۔ ابواب کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ اقبال کا فکری محور۔

۲۔ تعلیماتِ اقبال۔

۳۔ اقبال کی نظریاتی مملکت۔

۴۔ اقبال اور تجدید و احیائے دین۔

۵۔ اقبال اور تدوینِ جدید فقہ اسلامی

۶۔ اقبال، چوہدری نیاز علی، دار الاسلام اور مودودی

۷۔ تاریخی مراسلت (چوہدری نیاز علی اور مودودی)

۸۔ اقبال کا مردِ مومن اور مودودی کا مردِ صالح

۹۔ مولانا مودودی اور فریضہ اقامتِ دین

۱۰۔ مولانا مودودی اور تحریکِ اسلامی

جملہ ابواب باہم مربوط ہیں اور ہر باب فکر انگیز ہے۔ تاہم کتاب کے عنوان کے لحاظ سے چھٹا اور ساتواں باب بطورِ خاص اہم ہیں۔ ساتویں باب میں دار الاسلام کے بارے میں سید مودودی اور چوہدری نیاز علی خاں مرحوم کی تاریخی خط و کتابت ہے۔ چالیس مکتوبات پر مشتمل یہ باب کتاب کے ایک تہائی حصہ پر پھیلا ہوا ہے۔ ان مکتوبات سے (جو پہلی بار منظرِ عام پر آئے ہیں) ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک سید مودودی کی سوچ، عزائم اور عمل کی ایک تصویر سامنے آجاتی ہے۔

۱۵ / صفر ۱۳۵۶ھ کے ایک خط میں سید مودودی رقمطراز ہیں:

"میرے سامنے ایک بڑی مہم در پیش ہے جس میں مجھے ہمہ تن منہمک ہو جانا پڑے گا۔ میں نے اس مہم کی ابتدا محرم کے "ترجمان القرآن" سے کر دی ہے اور آئندہ چند مہینوں میں دیکھنا ہے کہ کتنے مددگار ملتے ہیں۔ بہر حال میں یہ تصفیہ کر چکا ہوں کہ خواہ سارے ہندوستان میں ایک بھی ساتھی نہ ملے میں

تنہا اپنی ذات سے اس جنگ کو شروع کروں گا اور آخر وقت تک جاری رکھوں گا۔ قطع نظر اس سے کہ کامیابی ہو یا نہ ہو۔ مسلمان کی اس وقت جو نازک حالت ہے اور جو خطرناک مستقبل ان کے سامنے ہے اس کو دیکھ کر میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ دس بیس سال ہندوستان میں اسلام کی قسمت کے لیے فیصلہ کن ہیں۔ اگر اس وقت ہم مدافعت کے لیے کھڑے نہ ہو گئے تو چند سال بعد ہم کو سکون کا کوئی گوشہ نہ ملے گا جہاں بیٹھ کر ہم کوئی تعمیری کام کر سکیں۔"

سید مودودی نے "ترجمان القرآن" کے شمارہ محرم ۱۳۵۶ھ / مارچ ۱۹۳۷ء سے جس مہم کا آغاز کیا اس کے لیے انہیں رفقائے کار ملتے چلے گئے اور ۱۹۴۱ء میں ۷۲ افراد نے "جماعت اسلامی" کے نام سے اپنے آپ کو منظم کر لیا۔

ایک اور اقتباس!

سید مودودی حیدر آباد دکن سے ہجرت کر کے دار الاسلام آرہے ہیں اور چوہدری نیاز علی خاں بغرضِ حج دیارِ حبیب جا رہے ہیں۔ انہیں لکھتے ہیں:

"میری یہ درخواست یاد رکھیئے کہ حرمِ الٰہی اور حرمِ نبوی دونوں جگہ میرے لیے خلوصِ نیت اور نورِ ہدایت فرمائے جانے کی دعا کریں میں ایک کمزور انسان ہوں اور محض خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے ایک بہت بڑے کام کی ذمہ داری اپنے اوپر لے رہا ہوں۔ اگر خدا کا فضل شاملِ حال نہ ہوا تو کوئی چیز مجھے دین و دنیا کی رسوائی سے نہ بچا سکے گی۔"

سید مودودی کے مکتوبات میں ایسے کئی اقتباسات ملتے ہیں۔ جن میں ان کی سوچ اور فکر واضح ہوتی ہے۔ گیلانی صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ماضی قریب میں مسلمانانِ برصغیر کے فکری ارتقاء کے ایک مرحلے سے عام قارئین کو روشناس کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے دوسرے صفحہ پر بجا طور پر لکھا گیا ہے کہ علمی تحقیق ایک سائنٹیفک عمل ہے دورانِ مطالعہ مندرجہ ذیل فروگزاشتیں محسوس ہوئی ہیں:

۱۔ ماٰخذ و مراجع کی کوئی فہرست نہیں بنائی گئی۔

۲۔ کتاب سے حوالہ نقل کرنے میں مروجہ اصولوں کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ جن کتابوں سے اقتباسات

یے گئے ہیں اکثر و بیشتر ان کے متعلقہ صفحات کا ذکر نہیں کیا گیا۔

۳۔ متن میں کئی ایسے نام آئے ہیں جو عام قاری کے لیے جانے پہچانے نہیں۔ ان کا مختصر تعارف حواشی میں ہونا چاہیئے تھا۔

۴۔ اعلام، اماکن یا اداروں کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں ہے۔

۵۔ غیر ضروری تکرار پائی جاتی ہے بطور خاص چھٹے باب میں۔

۶۔ کتابت کی اغلاط بہت زیادہ ہیں۔

متذکرۃ الصدر تکنیکی فروگذاشتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل واقعاتی خامیاں ہیں۔

۱۔ پہلے ضمیمے میں علامہ اقبال کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ابتدائی مدرسہ کی تعلیم سے لے کر کالج تک وہ ہمیشہ ہی کلاس میں اول آتے رہے۔" (ص ۲۵۲) یہ بیان درست نہیں۔

۲۔ "پاکستان ان ہی علاقوں میں قائم ہوا جن کی علامہ اقبال نے اپنی زندگی میں نشاندہی کر دی تھی۔" (ص ۲۵۴) یہ بیان بھی محل نظر ہے۔ علامہ کے خطبہ میں اصولی طور پر مسلم ہند کا تصور موجود ہے "مشرقی پاکستان" کے علاقوں کا ذکر نہیں۔

۳۔ دوسرے ضمیمے میں سید مودودی کے احوال و افکار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ "انہوں نے دوسرا کام یہ کیا کہ ترجمان القرآن کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا یہ رسالہ ۱۹۳۲ء میں شروع کیا گیا۔"

"ترجمان القرآن"، کا آغاز مولوی ابو محمد مصلح مرحوم نے کیا تھا۔ ابتدائی چھ پرچے ان ہی کی ادارت میں چھپے تھے۔ ساتویں پرچے سے ادارت مولینا مودودی نے سنبھالی۔

۴۔ تیسرے ضمیمے میں چوہدری نیاز علی خاں کا ذکر ہے۔ ان کے خاندان کے قبول اسلام کے بارے میں دو باتیں کہی گئی ہیں۔ پہلے یہ کہا گیا ہے کہ ان کا خاندان چوہدری صاحب سے تین پشت اوپر مسلمان ہوا تھا۔ (ص ۲۷۲)، پھر یہ کہا گیا ہے کہ ان کے خاندان میں مذہب اسلام سولھویں صدی کے وسط میں داخل ہوا تھا (ص ۲۷۳)

ان دونوں باتوں میں تطبیق مشکل ہے کیونکہ عموماً تین پشتیں تو ایک صدی میں گزر جاتی ہیں۔

بعض امور تشنۂ تحقیق رہ گئے ہیں۔

۱۔ سید مودودی مارچ ۱۹۳۸ء میں دارالاسلام تشریف لائے تھے اور آغاز ۱۹۳۹ء میں لاہو